© rasailojaraid.com

خلافتِ ارض کیلئے سائنس اور ٹکنالوجی کی اہمیت

قرآن حکیم کی نظر میں

خلافت ارض اور علم اسماء

جناب مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی ناظم فرقانیہ اکیڈمی، (بنگلور)

(قسط سوم)

۱۸۔ علم مقادیر اور عصر جدید میں اس کی اہمیت اوپر کی تفصیل سے یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ یہ عالم آب وگل اضداد اور مقادیر کا مجموعہ ہے۔ ہر چیز میں مخصوص اثرات اور مخصوص مقداریں ہوتی ہیں جو دوسری چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ مگر ان چیزوں کے تقابل سے ایک دوسرے کی تاثیرات کا ازالہ ہوتا رہتا ہے اور ان کے خواص ایک دوسرے پر غالب آتے رہتے ہیں۔ جب دو چیزیں باہم ملتی ہیں تو ان کے خواص طبعی میں ایک کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور یہ اجزاء وعناصر ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کشمکش میں جیت اس جزء یا عنصر کی ہوتی ہے جس کے خواص طبعی زیادہ مؤثر اور طاقتور ہوتے ہیں [۱] مگر اس باہمی کشمکش کی بنیادی صفت کے باوجود

---

[۱] مثلاً دودھ اور پانی جب باہم ملتے ہیں تو دودھ کا رنگ پانی پر غالب آجاتا ہے۔ اگر دودھ میں تھوڑی سی شکر ڈال دی جائے تو اس کے اجزاء گھل کر دودھ کے تمام اجزاء (سالمات) کے ساتھ مل جاتے اور انھیں میٹھا کر دیتے ہیں۔ یہی حال دیگر تمام اشیاء کا بھی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اجزاء وعناصر کا باہمی اتحاد اور تال میل کی کیفیت بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ جب یہ اجزاء وعناصر باہم ملتے ہیں تو وقتی کش مکش (کیمیاوی تعامل اور ردّ عمل) کے بعد حیرت انگیز طور پر باہم شیر وشکر ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم کو مختلف قسم کے سالمات (مالیکیولس) اور کیمیاوی مرکّبات (کامپاؤنڈس) کی شکل میں نظر آتا ہے۔ گویا کہ ان کے درمیان کسی قسم کا "جھگڑا" ہی نہیں ہے۔ اس نقطۂ نظر سے جب دنیا کی مختلف اشیاء کا جائزہ لیا جائے تو اس سے مختلف علوم کی بنیاد پڑتی ہے۔ مثلاً:

۱۔ غذا اور جڑی بوٹیوں کے طبّی (Medicinal) خواص وفوائد کا جائزہ لیا جائے تو اس سے علم المفردات اور علم الادویہ وجود میں آتا ہے۔

۲۔ دنیا کی تمام چیزیں جن بنیادی اجزاء وعناصر سے مرکّب ہیں اگر اُن اجزاء وعناصر کے خواص وتاثیرات کا جائزہ لیا جائے تو اس سے علم کیمیا (Chemistry) کی بنیاد پڑتی ہے۔

۳۔ اشیائے عالم میں جو قوتیں (حرکات وسکنات کے اعتبار سے) کارفرما ہیں اگر ان کا منظم مطالعہ کیا جائے تو یہ علم طبیعیات (Physics) کہلائے گا۔

اس طرح مظاہرِ عالم کے خواص وتاثیرات کا دائرہ بہت وسیع اور آفاقی ہے۔ انہی تمام چیزوں کا علم حضرت آدمؑ کو دیا گیا تھا، جن کا علم اولاد آدم بتدریج حاصل کر رہے ہیں۔

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور کائنات کا ایک ایک مظہر ایک خاص مقدار میں اور بالکل نپا تُلا ظہور پذیر ہوا ہے، خواہ وہ عالم حیوانات کی قبیل سے ہو یا عالم نباتات سے، جمادات سے ہو یا افلاک سے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ اور اُس کے ہاں ہر چیز ایک متعیّن مقدار کے ساتھ ہے۔ (رعد - ۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کو باضابطہ بنایا (فرقان - ۲)

وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۝ اور ہم نے زمین میں ہر چیز ہی تُلی پیدا کی ہے۔ (حجر - ۱۹)

موجودہ دور سے پہلے ہم "مقدار" "تقدیر" اور "موزون" اشیاء کی اصل حقیقت سے ناواقف تھے۔ مگر آج ان چیزوں کی حقیقت اور ربانی کلمات کی قدروقیمت، علم المفردات، علم الادویہ اور حیاتیاتی علوم[۱] کی تحقیق و تدوین کے باعث پوری طرح واضح ہو چکی ہے۔ جو لوگ ان علوم سے ناواقف ہیں وہ ان آیات کریمہ کا صحیح مفہوم اور ان کی صحیح قدروقیمت سے واقف نہیں ہو سکتے۔ مثلاً یہ علم کہ مختلف غذائی اشیاء میں مواد لحمیہ (Carbohydrates)، مواد نشائیہ (Protiens) مواد شحمیہ (Fats)، معدنی نمکیات (Mineral Salts) اور حیاتین (Vitamins) وغیرہ کا تناسب کیا ہے اور ان کے فوائد و خصوصیات اور تاثرات کیا ہیں؟ اور بنیادی طور پر یہ غذائی مادّے کن اجزا و عناصر پر مشتمل ہیں اور کس قدر حیرت انگیز تناسب کے ساتھ ان مادّوں کی تعمیر و تشکیل کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، تفصیلات کا

سلہ خصوصیت کے ساتھ حیاتیات (Biology) کی وہ شاخیں جو انواع حیات کے کیمیاوی تجزیہ و تحلیل سے متعلق ہیں۔ مثلاً:

حیاتیاتی کیمیا ——— Biochemistry

سالماتی حیاتیات ——— Moleculer Biology

کیمیاوی خوردبینی حیاتیات ——— Chemical Microbiology

* * * *

۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

٥؎ یہ موقع نہیں ہے۔ کارخانۂ قدرت میں شاید سب سے زیادہ دلچسپ یہی علم ہے ٦؎ انسان کی صحت اور اس کے معاشی و اقتصادی فوائد اور دیگر بہت سے اغراض و مقاصد کی رُو سے ان علوم کی تحصیل بے حد ضروری اور اہم ہے۔ ظاہر ہے کہ اس

٥؎ اس موضوع پر حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید رہے گا:

١۔ ہماری غذا، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند

٢۔ دیہاتی معالج، مطبوعہ ہمدرد دواخانہ دہلی

٣۔ Encyclopedia of Medicinal Foods, London.

٤۔ Encyclopedia of Medicinal Herbs, London.

٦؎ مثلاً تمام غذائی مادّے اور دنیا کی اکثر و بیشتر چیزیں زیادہ تر چودہ عناصر (جو کثیر الاستعمال ہیں) سے مرکب ہیں۔ جیسے آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کاربن، کیلشیم، میگنیشیم۔ الخ مگر ذرا سے تناسب کے بدل جانے سے چیزیں کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں بعض اوقات صرف ایک ایٹم کے اِدھر یا اُدھر ہونے سے بہت بڑا فرق ہو جاتا ہے۔

ایک دلچسپ مثال دیکھیے ہیرا اور کوئلہ سو فیصد کاربن کی بنی ہوئی چیزیں ہیں۔ مگر ایک انتہائی خوبصورت، چمکدار، قیمتی اور سخت ترین (دنیا کی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ سخت) ہے، جبکہ دوسرا سیاہ فام، بدصورت، ارزاں اور بُھر بُھرا ہے۔ کیا یہ ایک حیرت انگیز چیز نہیں ہے۔؟ اسی طرح آکسیجن عنصر کی بنیادی خصوصیت چیزوں کو جلنے اور جلانے میں مدد دینا ہے۔ اور ہائیڈروجن ایک جلنے والی گیس ہے۔ مگر ان دونوں کے کیمیاوی تعامل سے پانی وجود میں آتا ہے جو ان دونوں کی منفرد خصوصیات کے برعکس بالکل ایک نئی خصوصیت کا حامل ہوتا ہے، یعنی آگ کو بجھانے میں مدد دینا۔ انسان ان چیزوں کے اسرار و عجائب کی اصل کُنہ و حقیقت سمجھنے اور ان کا صحیح ادراک کرنے سے قاصر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کارزارِ حیات میں جدوجہد ہماری صحت پر موقوف ہے۔ پھر طبی علوم کی تعلیم و تدریس اور دوا سازی وغیرہ کی معاشی اہمیت بھی ظاہر ہے۔ آج کل تو مختلف طبی آلات اور نئی نئی مختلف قسم کی دواؤں کی اتنی صنعتیں اور فیکٹریاں قائم ہو گئی ہیں جن کا شمار بھی مشکل ہے۔ ان علوم میں ریسرچ اور مختلف پودوں اور دواؤں پر تحقیقات کے الگ شعبے اور علمی ادارے اور اکیڈمیاں قائم ہیں۔ اس طرح "علم مقادیر" (مختلف اجزاء وعناصر اور ان کے درمیان تناسب کا علم) سے صحیح فائدہ عصر جدید کا انسان اٹھا رہا ہے۔ جو لوگ اس علم سے نابلد رہیں گے وہ نہ صرف مخلوقاتِ الٰہی اور موجوداتِ عالم کی حقیقت سے ناواقف رہیں گے بلکہ "علم مقادیر" میں پیچھے ہونے کے باعث اس علم سے حاصل ہونے والے مادّی فوائد سے بھی عاری رہیں گے۔ انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد اگرچہ اصولی اعتبار سے معاش نہیں بلکہ معاد ہے مگر معاش کے مسئلہ کو یکسر نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ درحقیقت معاد کی صلاح و فلاح بھی معاش ہی کی صلاح پر منحصر ہے۔ ان دونوں میں توازن قائم رکھنا چاہیے، ورنہ خلافتِ ارض کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

۱۹۔ صرف اسماء، حقائق نہیں۔ (طبیعی وحیاتیاتی علوم کی نارسائی)

اسماء اور علم اسماء کی یہ بحث اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک کہ اس کے ایجابی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے سلبی پہلوؤں پر بھی نظر نہ ڈالی جائے۔ فکر و نظر کے تزکیہ کے لیے تصویر کے یہ دونوں رُخ نظروں کے سامنے رہنے چاہئیں۔ اس بحث سے جہاں ایک طرف "علم آدم" کی صحیح نوعیت واضح ہوتی ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی عظمت و برتری کا ایک نیا اور حیران کن پہلو سامنے آتا ہے اور چودہ سو سال قبل کے دعوے آج بھی اپنی جگہ پر اٹل اور ناقابل ترمیم و تغیر نظر آتے ہیں۔

چنانچہ عصر جدید کی بے مثال علمی ترقی، جدید سے جدید تر بے شمار علوم و فنون کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحقیق وتدوین اور مادّی اشیاء کے ہزاروں جزئیات و خصوصیات اور ان کی باریکیوں کا علم حاصل کر لینے کے باوجود انسان اب تک ان چیزوں کی اصل حقیقت و ماہیت یا اُن کے باطنی اسرار و احوال کا ادراک نہیں کر سکا ہے؛ بلکہ اس کا علم محض ان چیزوں کے "ظاہری آثار و خواص" ہی تک محدود ہے۔

چنانچہ علاّمہ سید سلیمان ندوی نے زیر بحث آیت کریمہ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا" سے خوب استنباط فرمایا کہ آدمؑ کو صرف اسماء کا علم دیا گیا تھا، اصل حقائق کا نہیں۔ اور انسان کا علم آج بھی وہیں ہے جہاں وہ روز اوّل تھا[1]

مطلب یہ کہ انسان کو پہلے ہی دن جو نام بتا دیے گئے تھے (خواہ وہ مسمّیات سے متعلق ہوں یا آثار و خواص سے) آج کا انسان باوجود اپنی ہمہ جہتی علمی ترقی کے اس پر ایک تنکے برابر بھی اضافہ نہیں کر سکا ہے۔ انسان اشیائے عالم کا جس باریک بینی اور دقتِ نظر سے تجزیہ کرتا جا رہا ہے، نئی نئی چیزیں —— مختلف اجزاء و عناصر کے روپ میں —— اس پر منکشف ہو رہی ہیں، جن کے ظاہری افعال و خواص سے تو وہ مستفیض ہو سکتا ہے مگر ان کی باطنی حقیقت و کیفیت سے وہ ناآشنائے محض ہے۔ بالفاظ صریح آج کا انسان طبیعی اور حیاتیاتی علوم کے بہت سے گوشوں کو بے نقاب کر چکا ہے اور مختلف انواع حیات کی ساخت و پرداخت اور ان کے ترکیبی مادوں کا تفصیلی علم رکھتا ہے۔ علم کیمیا اور علم خلیات (Citology) کی باریکیوں سے بخوبی واقف ہے۔ مظاہر حیات میں پائے جانے والے عناصر اور ان کی کارفرمائیوں کا علم "حیاتیاتی کیمیا" (Biochemistry) اور علم "کیمیائی خوردبینی حیاتیات" (Chemical Micro Biology) کے ذریعہ احاطہ کر رہا ہے مگر اس قدر تفصیلی علم اور گہری واقفیت حاصل کر چکنے کے باوجود اس بنیادی راز کی

---

[1] ماخوذ بتغیر قلیل از سیرت النبی، ۴/۹۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پردہ دری نہ کرسکا کہ ان اجزاء و عناصر سے آخر جسموں کے اندر کونسی کیمیاوی تبدیلی کس طرح اور کیوں کر واقع ہو جاتی ہے؟ خلیوں (Cells) کے اندر کی پیچیدہ مشنری کیوں کر حرکت میں آتی ہے اور ان کے بنیادی مادہ (پروٹو پلازم) میں کیا تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں؟[ا۵] مختلف قسم کے ہزاروں لاکھوں خلیوں کے درمیان باہمی تعامل اور تبادلے کا سلسلہ ابتداءً کیونکر جاری ہوتا اور پھر ہمیشہ کیسے قائم رہتا ہے؟[۵۲] ہماری اندرونی دنیا کے وسیع علاقے

ا۵ حیاتیات کے جہاں بہت سے مسلمات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اور ان حقائق کا اعتراف ہمیں درسی کتابوں تک میں نظر آتا ہے۔ مثلاً "علم نباتات" کا مشہور مصنف اے سی دتا لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں کہ نخرمایہ (پروٹو پلازم) بجائے خود ایک زندہ مادّہ ہے جو بہت زیادہ پیچیدہ پروٹینوں (مواد لحمیہ کے سالمات) کا مجموعہ ہے۔ اسی وجہ سے غذائی پروٹین (جو خارج سے جسم کے اندر داخل کیے جاتے ہیں) پیچیدہ پروٹو پلازمی پروٹینوں میں بدل جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر غذا بے جان شے سے جاندار شے یعنی پروٹو پلازم میں داخل ہوتی ہے۔ یہ نظام تغذیہ کا بنیادی ہدف ہے۔ یہ پُر اسرار تغیر کس طرح واقع ہوتا ہے اس کو ہم نہیں جانتے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ پروٹو پلازم (تمام زندہ اشیاء کا بنیادی مادہ) میں اس کی کوئی قوت پائی جاتی ہے۔"

A class Book of Botany, by A.C. Dutta, P. 277 oxford University Press, 1978.

Botanay For Degree Students, by A.C. Dutta P. 361, oxford University Press, 1979.

۵۲ ایک امریکی محقق کرک (F. H. C. crick) کے الفاظ میں: "ہماری ناواقفیت کا وسیع علاقہ یہ نہیں ہے کہ خلیہ کے اندر کیا ہو رہا ہے بلکہ یہ ہے کہ خلیوں کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ اس بارے میں ہمارا علم محض جزئی ہے، کیونکہ ہمارا (موجودہ) علم ہمارے مشاہدات کی تشریح کے لیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(حاشیہ بقیہ صلا)

بالکل ناکافی ہے۔"

The Encyclopedia of Ignorance, P. 302 Oxford, 1978.

خلیہ کا جغرافیہ " ہر خلیہ اپنی جگہ پر ایک کارخانہ ہے جس میں ہمیشہ مختلف قسم کا کیمیاوی تعامل اور ردعمل ہوتا رہتا ہے۔" (انسائیکلوپیڈیا آف اگنورنس ص۱۳۳)

" ہر خلیہ اپنے اندر ایک عجیب وغریب دنیا رکھتا ہے۔ ۱۹۵۰ء سے پہلے خلیہ کے اندرون کے تفصیلی مطالعہ کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس موقع پر پہلی مرتبہ جب کہ طاقتور برقی خوردبین کے ذریعہ اس کے اسرار وانکشاف ہوئے، جو کسی چھوٹی چیز کو ایک لاکھ گنا زیادہ بڑا کرکے دکھاتی ہے۔ اس طرح بصری طور پر اس کے اندر واقع ہونے والے کیمیاوی تغیرات وغیرہ کا مشاہدہ ممکن ہو سکا۔"

The Chemistry of Life, P.17, Penguin Books, 1977.

ہر جاندار کی ابتداء ایک خلیہ سے ہوتی ہے۔ پھر خلیوں کی تعداد میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جاتا ہے اُن کی پیچیدگی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب خیز چیز مختلف خلیوں (یا زندگی کی اکائیوں) کے درمیان اتحادِ عمل کا مظاہرہ ہے، جس پر تمام ماہرین سائنس حیران ہیں کہ ایک خالق وصانع اور نگران وناظم کے بغیر اس قدر منظم ومربوط مظاہرہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اسی اتحادِ عمل کی بدولت مختلف خلیے مل کر ایک عضو بناتے ہیں۔ پھر تمام اعضاء اتحادِ عمل ہی کے باعث ایک جسم کی تشکیل کرتے ہیں جو ربوبیت کا حیرت انگیز شاہکار ہوتا ہے ——— خلیوں کا نشوونما نہایت درجہ منظم اور حیرت انگیز طور پر ہندسی اشکال میں ہوتا ہے۔ گویا کہ کوئی ماہر انجینیئر ایک ایک خانے کو ناپ ناپ کر اور تراش تراش کر بنا رہا ہے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی خانہ چھوٹا یا بڑا ہو جائے، یا اس میں کوئی بدنظمی اور انتشار رونما ہو جائے۔ (خلیوں کے یہ ہندسی اشکال شہد کی مکھیوں کے چھتوں سے بہت

(حاشیہ بقیہ ص۱۳ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب تک نامعلوم ہیں۔ خلیے کے پیچیدہ اور عارضی اعضاء کے بنانے کے لیے کس طرح کیمیاوی مادوں کے سالمے باہم مل جاتے ہیں[۱]؟ جینز (Genes) اور کروموسوم (Chromosome) کا حیرتناک عمل کس طرح ہوتا ہے؟ اور اس عجیب و غریب عمل کے ذریعہ نسلی و وراثتی خصوصیات کس قدر تنظیم و انضباط کے ساتھ پچھلی نسلوں سے اگلی نسلوں میں منتقل ہورہی ہیں[۲]؟ تمام زندہ اجسام کا لازمی مادہ پروٹین ہے مگر پروٹین کے ایک سالمہ (Molecule) کی ساخت اور اس کی مشنری کو سمجھنے سے انسانی عقل عاجز اور بے بس نظر آتی ہے[۳]

(بقیہ حاشیہ صلا)
مشابہت رکھتے ہیں)۔ ایک انسانی جسم میں تقریباً دو ہزار کروڑ خلیے ہوتے ہیں۔ گویا کہ ایک انسانی وجود دو ہزار کروڑ "زندہ اجسام" یا "کارخانوں" یا "زندگی کی بنیادی اینٹوں" کا مجموعہ ہے، جن میں ہر آن کچھ کیمیاوی تغیر ہوتا رہتا ہے۔

[۱] ملاحظہ ہو ڈاکٹر الکسس کیرل کی مشہور کتاب Man the Unknown کا اردو ترجمہ "نامعلوم انسان" ص ۱۳۱، مطبوعہ مدراس یونیورسٹی۔

[۲] ایک ماہر حیاتیات کہتا ہے: "یہ کہنا کہ جسم کی ساخت کو جینز (Genes) کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے، سائنٹیفک نقطۂ نظر سے اس کی تشریح کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے بہ نسبت یوں کہنے کے کہ اس کو خدا کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔"
The Encyclopedia of Ignorance. 252, 1978.

[۳] "پروٹین جو تمام ذی حیات خلیوں (cells) کے لیے اجزائے لازم کی حیثیت رکھتے ہیں، پانچ عناصر پر مشتمل ہیں: کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن اور گندھک پروٹینی سالمہ ان عناصر کے ۴۰۰۰۰ ہزار دقیق ایٹم پر مشتمل ہوتا ہے۔" (خدا موجود ہے)
"پروٹین کے ایک سالمہ میں امینیو ایسڈس (Amino Acids)
(حاشیہ بقیہ صلا پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بقیہ حاشیہ ص۱۳)

کے سیکڑوں یا ہزاروں سالمے ہوتے ہیں "۔ (ڈکشنری آف بیالوجی، مطبوعہ پینگوئن بکس لندن)۔

"پروٹین کے سالمہ (مالیکیول) میں امینو ایسڈ کی ترتیب کا مسئلہ دنیائے سائنس کو بدحواس کردینے والا ہے"۔ (Asimovs Guid to Science Vol 2, P. 80)۔

"پروٹین کا سالمہ (اپنی ساخت کے لحاظ سے) فن تعمیر کا ایک اعلیٰ اور عظیم الشان نمونہ ہے جس کو قدرت نے پیدا کیا ہے۔ لاتعداد گوناگوں اور پیچیدہ طریقوں سے اس میں جواہر (Atoms) اکٹھا ہوجاتے ہیں"۔ (Outlines of Zoology, P. 16)

"اب تک دریافت شدہ پروٹینوں میں سب سے ہلکے پروٹین کا وزن ہائیڈروجن اٹم کے وزن سے گیارہ ہزار گنا ہے جبکہ سب سے بھاری پروٹین کا وزن دس ملین گنا ہائیڈروجن کے ایک کروڑ، اٹموں کے وزن کے برابر ہے"۔ (ایضاً ص۱۶)

"پروٹین امینو ایسڈ کے لمبے سلسلوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ اہمیت اس طریقے کی ہے جس سے یہ سلسلے باہم ملیں۔ اگر یہ غلط شکل میں یکجا ہو جائیں تو زندگی کی بقا کا ذریعہ بننے کے بجائے مہلک زہر بن جاتے ہیں"۔ (خدا موجود ہے)

"حیوانات کی ہر نوع میں سیکڑوں مختلف قسم کے خلیے ہوتے ہیں۔ اور حیوانات کی بے شمار انواع میں سے ہر نوع اپنے ایک مخصوص طرز کے پروٹین کی حامل ہوتی ہے۔ پروٹین کے اقسام حیرت انگیز طور پر عظیم ہیں"۔ (آوٹ لائنس آف زوالوجی ص۱۶)

"پروٹین ایک نہایت ہی پیچیدہ مرکب ہے جو زندہ مادہ کا اہم ترین جز ہے۔ زندہ چیزوں کا جسم زیادہ تر پروٹین ہی سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ پروٹین اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں زندگی ہے وہاں پروٹین کا موجود ہونا ضروری ہے۔ زندہ پروٹین کی خصوصیت اس کی از خود تحویل کی قوت ہے۔ از خود تحویل سے یہ مراد ہے کہ کوئی زندہ

(حاشیہ بقیہ ص۱۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مادہ کے ساتھ حرکت یا زندگی کا کیا تعلق ہے؟ اس کو سائنس اب تک دریافت نہیں کرسکی۔ ان اجزاء و عناصر کی حرکات اور کیمیاوی تغیرات ہی کا صحیح علم انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا تو ظاہر ہے کہ وہ حیات اور مظاہر حیات کا بھی صحیح علم و ادراک نہیں کرسکتا۔ چنانچہ احساس، ادراک، شعور اور تعقل وغیرہ کو ابھی رہنے دیجیے، جو زندگی کے اعلیٰ مظاہر ہیں، صرف اس کے ادنیٰ مظاہر تک کی بھی اس کو کوئی شدبد حاصل نہیں ہوسکی۔ چنانچہ "حیات" کی ان نارسائیوں کے باب میں ماہرین حیاتیات اپنے علوم کی ابتدا ہی اس نکتہ سے کرتے ہیں:

Life itself is mysterious, and its origin still remains shrouded in mystery.

ترجمہ: زندگی بجائے خود پُراسرار ہے اور اس کے مادہ کا راز بھی اب تک پردۂ خفا میں ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب: "دی بائنس فار ڈگری اسٹوڈنٹس" از اے سی دتّا۔ (مقدمہ) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۹ء)

حیاتیات کا سب سے اہم ترین اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ "زندگی" کیا ہے اور مادۂ حیات (پروٹو پلازم) کیونکر وجود میں آیا؟ مگر کوئی بھی ماہر اس مسئلہ کو ہاتھ نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ)
تے اپنی اصلی حالت پر زیادہ دن قائم نہیں رہ سکتی۔ اس میں کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی تحلیل ہوتی رہتی ہے" (جدید معلومات سائنس، حصہ اول، ص ۱۴۶)

" تمام زندہ چیزوں میں مخصوص قسم کے مادے پائے جاتے ہیں جو اس قدر پیچیدہ ہوتے ہیں کہ سالہا سال کے تجربوں کے بعد بھی کیمیادان یہ دریافت نہیں کرسکے ہیں کہ ان کی اندرونی ساخت کیسی ہے۔ یہ پیچیدہ مادے صرف جاندار دنیا میں پائے جاتے ہیں، ان کی کوئی مثال بے جان دنیا میں نہیں ملتی" (ایضاً، ص ۱۵۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگا سکتا اور اس پر کسی قسم کا اظہار رائے یا لب کشائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق نیچر یا علوم طبعی سے نہیں بلکہ براہ راست سُوپر نیچر یا عالم فوق الطبیعی سے ہے[1] تمام سائنس داں مہر بلب ہیں اور اس بنیادی مسئلہ کو نظر انداز کر کے دیگر ادنیٰ درجہ کے مسائل و مباحث سے تعرض کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کو اب بھی ایک موہوم سی امید ہے کہ سائنسداں رفتہ رفتہ تمام معموں کو حل کر لیں گے اور کل اسرار سے واقف ہو جائیں گے۔

کتاب The chemistry of Life کا مصنف اسٹیون روز (Steven Rose) حیاتیات کی ایک شاخ "حیاتیاتی کیمیا" کے بعض پیچیدہ اور ناحل مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حیاتیاتی کیمیا ابھی ایک جدید علم ہے اور بہت سی چیزوں کا صرف 'نصف ادراک' ہی کیا جا سکتا ہے، یا غلطی سے یہ بات آج مان لی گئی ہے کہ ان کے مکمل ادراک کے لیے ہم کو محققین کی دوسری یا تیسری نسل کا انتظار کرنا چاہیے"۔

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور، مطبوعہ پینگوئن بکس لندن، ص ۲۵۳، ۱۹۷۰ء)

یہ حیاتیات کے باب میں علم انسانی کی نارسائیوں کی محض ایک جھلک تھی۔ طبیعی علوم (Physical Sciences) جن کا اطلاق خصوصیت کے ساتھ طبیعیات اور علم کیمیا پر ہوتا ہے، میں اس کی ناواقفیتوں کا بھی یہی حال ہے اس موقع پر چونکہ تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے (کیونکہ یہ موضوع بجائے خود

---

[1] ڈاکٹر الکسس کیرل نے اس حقیقت کا اعتراف اس طرح کیا ہے: "اور یہ دنیا نامعلوم اور پوشیدہ قوتوں کا مجموعہ ہے...... اس کی تخلیق طبیعیات اور ہیئت کی فنی مہارتوں کے ذریعہ ایک نامعلوم مادہ سے ہوئی ہے"۔ (نامعلوم انسان ص۲۶، ترجمہ از افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری ایم۔ اے، مدراس)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مستقل مضمون کا طالب ہے)، لہٰذا یہاں پر صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

انسان، مادہ کی سب سے چھوٹی اکائی جوہر (ایٹم) اور اس کے اجزاء (الکٹران، پروٹان اور نیوٹران) اور مختلف ایٹمی مرکزوں سے خارج ہونے والی شعاعیں: الفا شعاعیں (Alfa Rays)، بیٹا شعاعیں (Beta Rays) اور گاما شعاعیں (Gama Rays) وغیرہ سب کا علم نہایت درجہ مشقت اور باریک بینی کے ساتھ حاصل کرچکا ہے۔ اور اس حقیقت کا بھی پتہ لگا چکا ہے کہ الکٹران میں منفی برقی چارج اور پروٹان میں مثبت برقی چارج ہوتا ہے۔ مگر وہ اس راز پر سے پردہ نہ اٹھا سکا کہ یہ برقی چارج بذات خود ہے کیا اور وہ کس طرح کام کرتا ہے؟ مثبت اور منفی چارج کی کیا خصوصیات ہیں؟ اور ان کی تعریف کیا ہے؟ واضح رہے کہ مثبت (Positive) اور منفی (Negative) کے "نام" محض ان کے باہمی کشش و دفع کرنے کی ایک "ظاہری خاصیت" کی بنا پر رکھا گیا ہے ورنہ ان کی صحیح منطقی تعریف ممکن نہیں۔ اور نہ خود ان برق پاروں ہی کی حقیقت واصلیت معلوم ہے۔

یہ تو اُن برق پاروں کا حال تھا جن سے دنیا کے تمام عناصر (Elements) کی تشکیل ہوئی ہے۔ اب خود ان عناصر اور ان کے "کیمیاوی تغیرات" کو دیکھیے تو اور زیادہ حیرت ہوتی ہے۔ عناصر کی دنیا "طلسم ہوشربا" سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ غرض اب تک جتنے بھی عناصر اور ان کے اندرونی اجزاء دریافت ہوچکے ہیں وہ سب کے سب محض "نام ہی نام" (اسماء) ہیں۔[1] اس عالم آب وگل میں جتنی بھی چیزیں اور جتنے بھی "کیمیاوی تغیرات"

---

[1] مثلاً ہائیڈروجن، آکسیجن، نائٹروجن، کاربن، کلورین، سلفر، فاسفورس، سلیکون، کیلشیم، میگنیشیم، پوٹاشیم، لوہا اور سوڈیم وغیرہ۔ ان عناصر کی خصوصیات منفرد طور پر کچھ ہوتی ہے تو مرکب ہونے کے بعد کچھ اور ہو جاتی ہے۔ (جیسے پچھلے صفحات میں پانی کی مثال دی جا چکی ہے) اور انسان یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(مختلف عناصر کے باہمی ملاپ اور تعامل سے وجود میں آنے والے سالمات اور مرکبات) پائے جاتے ہیں ان کی صحیح صحیح توجیہہ و تعلیل نہیں ہو سکتی اور کوئی قطعی و یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت عظمیٰ کا اظہار قرآن حکیم میں اس طرح کیا گیا ہے:

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ○ اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ (اسراء ۸۵)

جن چیزوں کو ہم سائنسی ادب یا اپنی بول چال میں "حقائق اشیاء" یا "اسرار سربستہ کی راز جوئی" وغیرہ کہتے ہیں، وہ دراصل مادی اشیاء کے محض چند ظاہری پہلو ہوتے ہیں، جن کو دریافت کر کے انسان خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے "حقائق" پر سے پردہ اٹھا دیا ہے، حالانکہ اصل حقائق کے مقابلے میں اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اسی کو قرآن حکیم اپنے بلیغ اسلوب میں "علم قلیل" سے تعبیر کرتا ہے[۵] یہ بھی محض انسان کا دل رکھنے

---

۵ ایک مغربی فاضل نے اس ابدی صداقت کا بہت خوبی کے ساتھ اعتراف کر کے اس ربانی اصول پر مہر تصدیق اس طرح ثبت کی ہے:

"سائنس کے لئے اکتشافات "نامعلوم" میں غوطے نہیں لگاتے، بلکہ وہ اُن مشاہدین کے ذریعہ جن کی آنکھیں تاریکی میں بہ نسبت دوسروں کے زیادہ گہرائی کے ساتھ حقیقت تک پہنچ سکتی ہیں، "معلوم" کے چند دھندلے سے حاشیے بناتے ہیں لیکن یہ سوال کہ سائنس میں "معلوم" کیا ہے؟ اس کا فلسفیانہ جواب ہوگا "کچھ بھی نہیں۔ جب کوئی ماہر سائنس یہ کہتا ہے کہ "کچھ معلوم ہے،" تو اس کی مراد محض یہ ہوتی ہے کہ وہ (طبیعی) واقعات کے سلسلے میں ایسی چند یکسانیتوں کو جانتا ہے جو اس تصور کو بظاہر معقولیت بخشتی ہیں کہ یہاں پہ (علت و معلول کی بنا پر) چند اسباب کارفرما ہیں۔ اور مشاہدہ میں آئی ہوئی یہ یکسانیتیں اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ یہ مظاہر چند قوانین کے تابع ہیں۔"

The Encyclopedia of Ignorance,
P. 252.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احساس کی ہمت افزائی کے طور پر ہے کہ کہیں وہ اپنی تحقیق و تفتیش سے بددل نہ ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف اشیاء کے "ناموں" (الاسماء) اور ان کی ظاہری کارکردگیوں" (علم قلیل) ہی سے واقف ہے، اُن کی اصل حقیقت و ماہیت (وہ باطنی اسرار جو امور غیب میں داخل ہیں) سے واقف نہیں ہے[1] اور اس میں راز یہ ہے کہ کہیں یہ ذرۂ خاک تمام چیزوں کی حقیقت سے واقف ہو کر اس کائنات میں "خود مختار" اور خودسر نہ ہو جائے یا خدا کی برابری کا دعویٰ کرنے نہ لگ جائے، بلکہ اس کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا شدید احساس ہوتا رہے۔ اور دوسری حیثیت سے وہ یہ محسوس کرے کہ وہ کسی اور کی مملکت اور قلمرو میں رہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے سے ایک برتر اور ہمہ دان و ہمہ بیں ہستی کے وجود کا اعتراف کر کے (جس کا مشاہدہ اس عالم مادی میں قدم قدم پہ ہو رہا ہے) اُس کے حضور میں سجدہ ریز ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ "مادہ" میں ودلیعت شدہ فوائد سے تو مستفید ہو سکتا ہے مگر وہ کسی بھی طرح مادہ کی "آخری حقیقت" معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ علم اصلی و حقیقی صرف اس کے خالق و مالک (جل جلالہٗ) کو ہی ہو سکتا ہے۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط اور اُسی کے پاس ہیں مخفی چیزوں کی (تمام) کنجیاں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (انعام ۵۹)

یہ عالم مادی کی ایک عظیم ترین حقیقت اور سرِّ الٰہی ہے۔ جس کے اقرار و اعتراف سے کسی بھی وسیع النظر عالم اور محقق کو چارۂ کار نہیں ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ چند

---

[1] اللہ تعالیٰ نے اظہار ربوبیت کے طور پر اس مادی کائنات میں دو طرح کے قوانین جاری کیے ہیں: (۱) ظاہری (۲) اور باطنی۔ انسان محض ظاہری قوانین ہی کو معلوم کر سکتا ہے۔ باطنی یا خفیہ قوانین کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ باطنی قوانین کی راز جوئی خدا کی خدائی میں دخل دینے کے مترادف ہے اور انسان کبھی اس پوزیشن میں آ ہی نہیں سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماہرین سائنس کے بیانات ملاحظہ کر چکے ہیں، اب اس موقع پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے بھی چند اعترافات ملاحظہ ہوں: دور جدید کا مشہور فلسفی اور عالم فطرت ہربٹ اسپنسر کہتا ہے:

"علم طبیعی ہم کو ایک محدود دائرہ تک لے جاتا ہے، جس سے آگے ہم جا نہیں سکتے اور سبب اول اور اس کی حقیقت کا ادراک کر نہیں سکتے ہیں۔[1]"

عہد حاضر کے سب سے بڑے فلسفی اور مادہ پرست (Materialist) برٹرنڈ رسل (Bertrand Russel) تک کو اقرار و اعتراف ہے کہ مادی علوم کی ترقی جس رفتار سے ہو رہی ہے اسی نسبت سے جہل میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے:

"سائنس کی حالیہ ترقیوں نے ایک بہت بڑی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار کر دیا ہے کہ ہر ترقی ہمارے علم کو اس سے کم کر دیتی ہے جتنا ہم پہلے حاصل سمجھتے تھے۔[2]"

مختصر تاریخ سائنس کا مؤلف سر ڈبلیو سی ڈامپیئر لکھتا ہے:

"علم کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا جا رہا ہے اتنا ہی عدم علم یا نامعلوم کا رقبہ بھی وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور جتنا زیادہ ہم نامعلوم میں گھستے ہیں اتنا ہی جو کچھ ہم کو وہاں ملتا ہے اس کو صاف و سادہ قابل فہم الفاظ میں بیان کرنا دشوار ہوتا ہے۔"[3]

حاصل یہ کہ انسان کا علم روز اول ہی سے "علم الاسماء" تک محدود تھا اور "حقیقۃ الاسماء"

۱؎ منقول از تفسیر الجواہر، ۱/۳۵۔

۲؎ Will to Doubt، بحوالہ مذہب اور سائنس، ص ۱۴۶۔

۳؎ A Short History of Science, by W.C. Dampier بحوالہ مذہب اور سائنس، از مولانا عبد الباری ندوی، ص ۱۴۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک نہیں پہنچ سکا اور نہ کبھی پہنچ سکتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف انسان ایٹم کا سینہ چیر کر اس کے اندر ودیعت شدہ توانائیوں (ایٹمی قوت) سے مستفید ہو رہا ہے اور عناصر کے باہمی آمیزہ سے طرح طرح کے عجائبات کا اظہار کر رہا ہے (ملاحظہ ہو دوسرا اور تیسرا باب)۔ مگر دوسری طرف حقیقت نفس الامری کے اعتبار سے وہ ان عناصر کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہے۔ یعنی "معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد"۔ اس عالم رنگ و بو میں نہ صرف زندگی اور اس کے مظاہر پراسرار ہیں بلکہ خود مادہ اور اس کے ظواہر بھی پراسرار اور حیرت انگیز ہیں۔

نظریۂ میکانیت (Machanism) کی ناکامی | ان ٹھوس اور ناقابل تردید حقائق

کے ملاحظہ سے اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے ان تمام مادیین (Materialists) کے دعوے باطل ہو جاتے ہیں اور میکانیت پسندوں کا سر غرور نیچا ہو جاتا ہے جن کا دعویٰ اور عقیدہ تھا کہ اس جہان آب و خاک کی کل مشنری اور اس کے تمام کل پرزوں کی مادی و میکانکی نقطۂ نظر سے توجیہہ و تعلیل کی جا سکتی ہے اور ہمیں اس آب و رنگ میں کسی فوق الطبیعی قوت کے تسلیم کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے اس نظریہ کی تشریح بڑی خوبی کے ساتھ کی ہے:

"دنیائے مادیات میں نیوٹن اور تاریخ فطرت میں ڈارون کے اکتشافات کی انتہاء بالآخر میکانیت پر ہوئی۔ اور پھر یہاں تک کہا گیا کہ ہمارے سب مسائل دراصل طبیعیات ہی کے مسائل ہیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہ حیات، فکر، ارادہ، احساس غرض یہ کہ ہر شے کی توجیہہ جواہر اور ان کی خواص کی بنا پر، جو گویا بالذات ان میں موجود ہیں، ہو جائے گی۔ یوں میکانیت کا تصور جو سرتاسر ایک طبیعی تصور ہے ہمہ گیر اصول بن گیا اور فطرت کے ہر پہلو کی تشریح اس کے ماتحت ہونے لگی۔" [۱]

---

[۱] تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، ص ۹۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیسویں صدی کی تحقیقات نے اس باطل عقیدے کی کمر توڑ کر رکھ دی یعنی وہ نظریہ جو قانونِ علیت (Causation) کے میکانکی تصور کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا، جدید طبیعی تصورات مثلاً نظریۂ اضافیت اور کوانٹم تھیوری وغیرہ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد زمین بوس ہو گیا۔

علمی دنیا کا یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ جب نیوٹن کے نظریوں پر مبنی طبیعیات انیسویں صدی میں اپنے عروج پر پہنچ رہی تھی، عین اسی زمانے میں پے در پے چند ایسے تجربے اور مشاہدے ہوئے کہ خود اس علم کی بنیادیں ہل گئیں اور علم طبیعیات میں ایک ہمہ گیر انقلاب رونما ہوا: مادہ اور توانائی، ذرہ اور موج، جوہر اور عنصر، زمان و مکان اور علت و معلول جیسے بنیادی تصور ہی سرے سے بدل گئے۔ اور خود قوانین قدرت کا بھی ایک نیا مفہوم لیا جانے لگا۔ ان تغیرات نے نیوٹن اور میکسول کی طبیعیات کی بجائے اس جدید طبیعیات کی تشکیل کی جس کی بنیاد کوانٹم اور اضافیت کے نظریوں پر رکھی گئی ہے۔[۱]

ڈاکٹر الکسس کیرل نظریۂ میکانیت کے علمبرداروں پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نفسیاتی مظاہر کو خلیوں کی فعلیات یا حرارتی میکانکس کی اصطلاحات میں بیان کرنا محض الفاظ سے کھیلنے کے مترادف ہوگا۔ تاہم انیسویں صدی کے میکانکی ماہرین فعلیات اور ان کے چیلے جن کا وجود اب تک چلا آ رہا ہے، اسی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ انسان کو طبیعیات اور کیمیا کے اندر محصور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحیح تجربات سے اس قسم کے غیر منصفانہ نتائج اخذ کرنا درحقیقت خاص خاص فنون میں غلو کا نتیجہ ہے۔"[۲]

---

[۱] مذہب اور سائنس، مقدمہ از ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، ص ۳۶ - ۳۷

[۲] نامعلوم انسان، ص ۵۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دوسری جگہ بیان کرتا ہے:

"یہ کہنا کہ دماغی خلیے دماغی افعال کا مرکز ہیں، ایک فضول ادعا ہوگا کیونکہ دماغ کے خلیوں میں دماغی افعال کا مشاہدہ کرنا ممکن نہیں ہے۔" [۵۱]

یہ ہے نظریۂ میکانیت اور مادہ پرستانہ طرزِ فکر کے عروج و زوال کی داستان جو اپنے اندر بہت سی عبرتیں اور بصیرتیں رکھتی ہے۔ ایک حیثیت سے دیکھیے تو انسان مادہ کے بنیادی اجزاء و عناصر کے اسرار اور اس کی باریکیوں کا دقتِ نظر سے جائزہ لے رہا ہے، علم کیمیا کے میدان میں حیرت انگیز کرشمے دکھا رہا ہے، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا رہا ہے (جو انہی عناصر کے دقیق علم کا نتیجہ ہے)، افلاک پر ڈورے ڈال رہا ہے اور چاند ستاروں کی تسخیر کر رہا ہے مگر دوسری حیثیت سے دیکھیے تو وہ اتنا بے بس ہے کہ اس کو ایک ذرہ کی بھی اصل حقیقت و ماہیت کا کوئی علم نہیں ہے۔ موجوداتِ عالم کی صحیح کنہ و حقیقت کو وہ نہیں جانتا اور زندگی کے مبادی سے بھی وہ واقفیت نہیں رکھتا بلکہ ہر چیز کو حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھتا اور تحیر و درماندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

انسانی دائرۂ کار کے یہ دونوں ہی پہلو نہایت درجہ عجیب و غریب، متضاد اور بصیرت افروز ہیں، جو دراصل اس احساس کو شدید سے شدید تر کر دیتے ہیں کہ انسان دراصل اس کائنات میں بالکل آزاد اور خود مختار نہیں ہے بلکہ کسی اور کی سلطنت اور قلمرو میں رہتا ہے۔ فکر و عمل میں آزاد ہونے کے باوجود وہ خود کو اکثر پابہ جولاں اور سلاسل عبدیت میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ انسان کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ دونوں ہی پہلو مابعد الطبیعی نقطۂ نظر سے بہت اہم اور ضروری ہیں۔ [۵۲]

---

۵۱ نامعلوم انسان، ص ۴۲۔

۵۲ ان مباحث کے نتیجے میں ایک اور حقیقت یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ (باقی صفحہ ۲۴ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی کیا تم دیکھتے نہیں؟ (ذاریات: ۲۰ — ۲۱)

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ۝ اور وہ تم کو اپنے نشانات و دلائل دکھادے گا پھر تم اللہ کے کن کن نشانات و دلائل کا انکار کرتے پھرو گے؟ [1]

(مومن — ۸۱)

(بقیہ صلا۲۳) انسان جب طبیعی اور حیاتیاتی نقطۂ نظر سے اپنی اصلیت و ماہیت دریافت نہیں کر سکتا تو وہ اپنی زندگی کے ضوابط بھی خود وضع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ طبیعی و حیاتیاتی علوم کے مقابلے میں سماجی اور اقتصادی علوم محض قیاسی اور ناقابلِ ثبوت ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر سائنسی علوم کے یقینی اور قطعی مسائل میں جب کسی کلی حقیقت کا ادراک نہیں کیا جاسکتا تو پھر محض قیاسی اور غیر یقینی علوم میں قطعی بات اور حتمی صداقت کا فیصلہ کس طرح کیا جاسکتا ہے جبکہ انسانی تعلقات کے قوانین ہی اب تک پوری طرح معلوم نہیں ہو سکے ہیں؟ لہٰذا وہ اپنے ضوابط زندگی کے لیے مافوق الطبیعی ہستی کے احکام و ہدایات کا محتاج ہے۔

[1] لفظ 'آیات' آیۃ کی جمع ہے، جس کے لغوی معنی نشانی یا ظاہری علامت کے ہیں۔ یہ بنات خود دلیل نہیں ہوتی بلکہ منطقی دلیل کی طرف نشاندہی کرنے والی ہوتی ہے۔ مثلاً دھواں اس بات کی علامت ہوگا کہ متعلقہ مقام پر آگ موجود ہے۔ اس لحاظ سے ہماری یہ طبیعی اور نیچرل کائنات —— اپنے تمام مظاہر اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ —— اپنے حقائق و نشانات سے بھری ہوئی ہے جو منطقی دلائل کے مقدمات بن سکتے ہیں اور استقرائی طور پر انھیں ترتیب دے کر ان سے وہ تمام مابعد الطبیعی حقائق ثابت کیے جاسکتے ہیں جن کا ادعا قرآن اور اسلام کرتے ہیں۔ (باقی صلا۲۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ قرآن عظیم کا عجیب و غریب اعجاز ہے کہ چودہ سو سال قبل اس نے جو دعوے کیے تھے وہ اپنی جگہ پتھر کی لکیر بنے ہوئے ہیں اور پیہم و لگاتار ان کی تصدیق و تائید کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا انسانی لٹریچر میں اس کی کوئی دوسری مثال موجود ہے؟۔

۲۰۔ وارثین علم آدم کا فریضہ ان آیات کریمہ (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ) کا منشاء اور تقاضہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدم خصوصاً "وارثین علم آدم" دنیا کی تمام چیزوں اور کل موجودات عالم کا علم حاصل کریں اور عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق دینی و دنیوی ہر حیثیت سے عالم انسانی کی رہنمائی کریں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اور تم اپنے رب کے راستے کی طرف دانش مندی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہترین طریقے سے مباحثہ کرو۔ (نحل۔ ۱۲۵)

حیرت کی بات ہے کہ جب ہم قرآن کریم میں ان آیات کو پڑھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے "باپ" نے فرشتوں کے سامنے تمام اسماء گنا کر اپنی برتری ظاہر کر دی اور اپنی فضیلت کا سکہ بٹھا دیا۔ مگر وہ کبھی کوشش نہیں کرتے کہ اپنے باپ کا یہ علم حاصل کر کے صحیح معنی میں اس کے "وارث" بنیں اور اقوام عالم پر اپنی فضیلت و برتری ثابت کریں جبکہ دوسری قومیں یہ علم صحیح طور پر حاصل

(بقیہ صلا۲) اب یہ علمائے اسلام کا کام ہے کہ طبیعی و حیاتیاتی تمام سائنسی علوم کا جائزہ لیکر قرآن کے اس عظیم منشاء و مقصد کے مطابق دلائل آفاق و انفس کی تدوین کریں۔ یہ ایک فرض کفایہ ہے جس سے آج بہت غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس کار عظیم کے بغیر عصر جدید میں قرآن کی حقانیت واضح نہیں ہو سکتی اور اس کا اصل کارنامہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جدید انسان پر حجت بھی پوری نہیں ہو سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر کے نہ صرف آفاق عالم پر اپنی برتری کا جھنڈا لہرائے ہوئے ہیں بلکہ زندگی کے ہر میدان میں ہم کو نیچا دکھا رہی ہیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جب حضرت آدمؑ سے کہا گیا کہ "تم ان کو تمام موجودات عالم کے نام بتا دو" تو آپ نے یہ تمام نام فر فر سنا دیے۔ مگر آج "وارثین علم آدم" کے سامنے جب "چیزوں کے نام" آتے ہیں تو وہ یا تو وحشت زدہ ہو جاتے ہیں یا ان کو "غیر اسلامی" یا "علم غیر" کہہ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ (محنت و مشقت اور فکری و اجتہادی قوتوں کے ذریعہ ان اشیاء کے آثار و خواص کو خود سے دریافت کرنا اور علم کی ترقی اور اس کی ترویج و اشاعت میں حصہ لینا تو بہت دور کی بات ہے۔) حالانکہ ان تمام اشیاء، اُن کے خواص، ان کے اعمال اور ان کی کارکردگیاں سب انھیں ازبر ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ سے مترشح ہو رہا ہے:

قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ

ارشاد ہوا کہ اے آدم! تم ان کو تمام چیزوں کے نام بتا دو تو انھوں نے (فر فر) اُن کے تمام نام فرشتوں کو بتا دیے۔ (بقرہ — ۳۳)

اس "علم آدم" سے منہ موڑنے ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم دنیوی حیثیت سے کمزور اور زوال و انحطاط کا شکار ہو گئے ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں دوسروں کے دست نگر بن کر گویا اقوام عالم کے محتاج اور غلام بنے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ روئے زمین پر "خلیفہ" وہی ہو سکتا ہے جو "علم اسماء" یا "علم آدم" (تمام سائنسی و صنعتی علوم) کا صحیح معنی میں وارث ہو۔ یہ ان آیات کریمہ کا عقلی و منطقی نتیجہ ہے۔ اب مسلمان غور کریں کہ وہ اپنے باپ کے علم سے کہاں تک بہرہ ور ہیں اور خلافت ارض کے تقاضوں کو کہاں تک پورا کر رہے ہیں؟

"تسخیر فطرت آدم کی صفت، اس کا وظیفۂ حیات اور اس کا مقصود زندگی ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیز نظرت سے مغرب نے غیر معمولی قوت حاصل کرلی ہے جن قوموں نے اس میں حصہ نہیں لیا وہ مغلوب اور محکوم ہوگئی ہیں۔ علوم و فنون کی ترقی اور تسخیر فطرت نے زندگی کے متعلق نئے زاویائے نگاہ پیدا کردیے ہیں؛ مسائل حیات کی صورت بدل گئی؛ قدیم تصورات کو نئے سانچوں میں ڈھالنا لازمی ہوگیا ہے[1]

۲۱ — کیا حضرت آدم سائنٹسٹ تھے
ایک اعتراض اور اس کا جواب۔

میرے ان خیالات سے واقف ہوکر بعض دوستوں نے سوال کیا کہ کیا حضرت آدمؑ بھی کوئی سائنٹسٹ یا ماہر سائنس تھے جو تمام جزئیات و کلیات پر حاوی ہوگئے تھے؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ قرآن کریم کی نص قطعی (واضح اور صریح ارشاد) کی موجودگی میں یہ سوال غیر ضروری ہے۔ تفصیلات کا علم ہم کو نہیں دیا گیا؛ بلکہ اجمالاً صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ "اللہ نے آدم کو تمام اشیاء و خواص کے نام بتا دیے" اس علم کی اہمیت حضرت آدمؑ سے بڑھ کر اولاد آدم کے لیے ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ حضرت آدم کو اگرچہ تمام علوم (فکری و نظری طور پر) سکھا دیے گئے تھے، مگر عملاً عہد آدم میں ان کا ظہور نہیں ہوا بلکہ تدریج اور بالفعل عصر بہ عصر تحقیق و تفتیش کے ذریعہ ان کا ظہور ہو رہا ہے۔

اور اس کی ایک توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ بیان دراصل قرآن حکیم کی اعجازی حکمت و رہنمائی کے تقاضے کے تحت موجودہ دور کے کاہل اتقعال النفس مسلمانوں کو بیدار کرنے اور ان کے تن مردہ میں نئی روح اور نیا حوصلہ پیدا کرنے کے لیے ایک تنبیہ الٰہی ہے؛ تاکہ وہ مایوسی اور احساس کمتری کے موجودہ جال سے باہر نکل کر

---

[1] فکر اقبال ص ۴۵۸ — ۴۵۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی کے میدان میں نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ جدوجہد کرنے اور اقوام عالم کے درمیان موجودہ مسابقت کے دور میں بازی جیتنے پر آمادہ ہو سکیں۔ قوم مسلم کو آمادۂ جدوجہد کرنا اور زندگی کے میدان میں دوبارہ سرگرم عمل کرنا موجودہ دور کی سب سے بڑی ضرورت اور خلافت ارضی کی تکمیل یا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے [illegible] ہے۔

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ قرآن حکیم کی یہ اعجازی رہنمائی، خاص کر موجودہ دور کے مسلمانوں کے لیے جو انھیں ان تمام علوم و فنون کو ـــــ جن کے ذریعہ خلافتِ ارض کی تکمیل ہو سکتی ہو ـــــ نہ صرف ضروری بلکہ درحقیقت آدم کی میراث اور اس کی کھوئی ہوئی متاع قرار دیا (وہ متاع بے بہا اور شئے گراں بہا، جس کی تحصیل ہماری عزت و سربلندی کا مدار ہے) قرآن عظیم جیسے ابدی اور لافانی کلام ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم کی یہ کوئی معمولی اور سرسری خصوصیت یا سرسری بیان نہیں ہے جس کو نظرانداز کر دیا جائے یا حقیر سمجھ کر فراموش کر دیا جائے۔ یہ قرآن حکیم کے عظیم الشان کارنامے، بے مثال رہنمائی اور اس کی لاثانی حکمت کا محض ایک نمونہ اور اس کی ایک چھوٹی سی آیت کا اعجاز ہے۔ "وعلم آدم الاسماء کلہا"۔ مگر کون ہے جو اس چھوٹے سے ربانی فقرہ کی صحیح حکمتوں اور بصیرتوں کا احاطہ اور اس کی مکمل تشریح و تفسیر کر سکے![1]

قرآن حکیم ایک زندہ اور ابدی صحیفہ ہے۔ اس کے دامن میں ایسے جواہر پارے موجود ہیں جو رہتی دنیا تک اپنے سب سے بڑے وصف "ہدایت و رہنمائی" کے مطابق زندگی کے ہر میدان میں امت مسلمہ کی ـــــ خصوصیت کے ساتھ ـــــ رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اس کی اعجازی زبان اور اس کے اعجازی اسلوب کو سمجھنے کی ہے اور اس بحرِ حکمت کے آبدار موتیوں سے اقوام عالم کی نگاہیں خیرہ ہو سکتی ہیں ضرورت صرف ذہنی

---

[1] یہی وجہ ہے کہ اس جیسا بے مثال اور لاثانی کلام پیش کرنے سے تمام جن و انسان عاجز ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے اور ضرب کلیمی سے اس کے سینے کو چیرنے کی ہے۔ اور پھر اوپر تیرتے رہنے سے "اندر" کا حال معلوم نہیں ہو سکتا اور اس "قلزم خاموش" کے اسرار فاش نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ تمام تفصیلات اس لیے بیان کی گئیں کہ خلافت ارض کی تکمیل کے لیے ان علوم کے ساتھ ساتھ متعلقہ مسائل کی حقیقت بھی واضح ہو جائے، جدید علوم و افکار کا ایک مکمل نقشہ پیش کیا جائے، قرآن حکیم کا صحیح تعارف اور عصر جدید میں اس کی رہنمائی کا اعجازی پہلو کھل کر سامنے آجائے اور اس سلسلے کے تمام شکوک و شبہات بھی رفع ہو جائیں۔ کوئی بھی بات بلا دلیل اور بلا سند نہ بیان کی جائے۔ اور حتی الامکان تمام دلائل قرآن سے لائے جائیں۔ اس مقصد عظیم کے لیے میں نے صرف ایک آیت کریمہ کو منتخب کر کے اپنی اس پوری کتاب کا مرکز بحث قرار دیا ہے۔ تمام مباحث کا دائرہ اسی ایک مرکز کے گرد گھوم رہا ہے۔

بہرحال ان علوم کی اہمیت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اگلے باب میں ان علوم کی عملی حیثیت سے اہمیت و افادیت کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

اسلام کا نظام مساجد: تالیف مولانا محمد ظفیر الدین صاحب رفیق ندوۃ المصنفین

نظام مساجد کے تمام گوشوں پر ایک جامع اور مکمل کتاب جس میں مسجدوں کے مسائل پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گھروں کے احترام، اہمیت، عظمت اور افادیت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ کتاب کا تعارف فاضل عصر مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے لکھا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔

تقطیع ۲۲×۳۶ صفحات ۴۴۲۔ قیمت ۱۵/ روپے۔ مجلد ۱۹/ روپے۔

پتہ:- مکتبہ برہان، جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com